# نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا ایک تاریخی وصیت نامہ

محمد ایوب قادری

ہند و پاکستان میں مغل حکومت کے زمانے میں امراء و اعیان بڑی حد تک باہر سے آتے اور مغل حکومت کی خدمات انجام دے کر عزت و رتبہ حاصل کرتے - یہ روایت آخر وقت تک قائم رہی - مغل حکومت کے دور زوال میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ماوراء النہر اور ایران وغیرہ سے امراء و رؤساء آتے ہیں اور افرا تفری کے اس دور میں وزارت و امارت کے مناصب و مراتب حاصل کرتے ہیں - سعادت علی خاں برہان الملک (ف ۱۱۵۱ ھ) اور علی وردی خاں مہابت جنگ (ف ۱۷۵۶ء) نے دیکھتے دیکھتے اودھ اور بنگال کے صوبے ہتھیا لیے اور اول الذکر کا جانشین صفدر جنگ (ف ۱۱۶۷ ھ) اور شجاع الدولہ نے زمام وزارت کو سنبھالا - ذوالفقار الدولہ نجف خاں (ف ۱۷۸۱ء) ترقی کرتے کرتے عہد شاہ عالم (ف ۱۸۰۶ء) میں دہلی کے سیاہ و سپید کا مالک بن بیٹھا - اس طرح ریوڑ کے ریوڑ ہند و پاکستان میں آ کر منصب و مرتبہ حاصل کرتے تھے -

شاہ عالم ثانی کے عہد میں (۱) ایک شخص ولی داد خاں کوہاٹ سے وارد

---

۱- مالک رام نے "تلامذہ غالب" میں معلوم نہیں یہ کس طرح لکھ دیا کہ نواب محمد خان بنگش رئیس فرخ آباد اور نواب مرتضیٰ خاں کا خاندان در اصل ایک ہی تھا - شیفتہ کے دادا ولی داد خان فرخ سیر کے عہد میں قسمت آزمائی کے لئے بنگشات (کوہاٹ علاقہ سرحد) سے وارد ہندوستان ہوئے اور فرخ آباد میں مقیم ہو گئے - فرخ سیر کا عہد ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۹ء ہے - حالانکہ ولی داد خان، اسماعیل بیگ ہمدانی (عہد عالم شاہی) کے زمانے کے آدمی ہیں - اس طرح نواب محمد خان بنگش کے خاندان سے ولی داد خان کا کوئی واسطہ نہ تھا - ہمارے پیش نظر بنگشان فرخ آباد کی مستند تاریخیں، تاریخ محمد خانی از حسام الدین گوالیاری (قلمی) تاریخ فرخ آباد از مفتی ولی اللہ فرخ آبادی (قلمی)، لوح تاریخ از منور علی خان (قلمی)، تاریخ فرخ آباد از ولیم ارون (مطبع حسنی فتح گڑھ ۱۸۸۷ء) پیش نظر ہیں - کہیں اس امر کا کوئی اشارہ تک نہیں ہے - واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے میں ولی داد خان کوہاٹ سے ہند پاکستان میں آئے اس زمانے میں فرخ آباد کے بنگش نوابوں کا زوال ہو چکا تھا-

ہند پاکستان ہوئے ۔ انہوں نے بھی یہاں آ کر قسمت آزمائی کی اور اپنی
ایک حیثیت بنا لی ۔ تفصیل تو نہیں ملتی مگر انہوں نے اپنے فرزند مرتضی
خاں کی شادی اس وقت کے ایک مشہور سردار اسماعیل بیگ ہمدانی کی
بیٹی اکبری بیگم سے کی ۔ اسماعیل بیگ وہ شخص ہے جو کبھی مرہٹوں
کو ناک چنے چبواتا ہے اور کبھی غلام قادر روہیلہ (ف ۵ جمادی الثانی)
۱۲۰۳ ھ کا دست وباز و بنتا ہے(۱) ۔ ولی داد خاں کا مزید حال نہیں ملتا ۔

مرتضی خاں بنگش ، جسونت راؤ ہلکر کے لشکر میں ملازم ہوئے
اور انہوں نے وہاں اچھی خاصی حیثیت بنا لی ۔ ایک ہم عصر وقائع نگار
مولوی عبدالقادر رام پوری (ف ۱۸۴۹ء) لکھتے(۲) ہیں ۔

”نواب مرتضی خاں شکستہ حال مگر قسمت کے دھنی تھے ، ہلکر کے
لشکر میں سروسامانی حاصل کر لی ۔ ایک لڑائی میں انگریزی
سپہ سالار کی فوج میں شامل ہوگئے ۔ نوابی کا خطاب اور تا حین
حیات علاقہ پلول خرچ کے لیے مل گیا ۔“

نومبر ۱۸۰۴ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجوں نے لارڈ لیک کی
سرکردگی میں قلعہ ڈیگ پر حملہ کیا تو اس موقعہ پر مرتضی خاں نے
ہلکر کی بجائے انگریزوں کی مدد کی ۔ لارڈ لیک کو فتح ہوئی ۔ مرتضی
خاں سے غیر معمولی خدمات و وفاداری ظہور میں آئی تھی اس لیے ان کو
جاگیر و خطاب ملا اور وہ ”نواب عظیم الدولہ(۳) سرفراز الملک مرتضی خاں
صاحب بہادر مظفر جنگ“ کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور ہوڈل پلول
کا علاقہ بطور جاگیر عطا ہوا ۔ مولوی نظامی بدایونی مرتب کلیات شیفتہ
و حسرتی کا یہ بیان درست نہیں کہ :

---

وہ نواب وزیر اودھ کے ماتحت تھے اس کے بعد براہ راست انگریزی حکومت کی سرپرستی میں آگئے ۔

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ ہندوستان از ذکاء اللہ دہلوی جلد نہم ص ۳۱۹۔۳۳۷ (شمس المطابع دہلی ۱۸۹۸ء) ۔

۲۔ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول (مرتبہ محمد ایوب قادری) ۳۱۳-۳۱۴ (آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرس کراچی ۱۹۶۰ء) ۔

۳۔ بعض تذکروں میں ”نواب اعظم الدولہ سرفراز الملک مرتضی خاں صاحب بہادر مظفر جنگ“ تحریر ہے ۔



”۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے دہلی میں انگریزی سلطنت کی بنیاد قائم
کی اس وقت نواب مرتضی خاں صاحب کو لارڈ صاحب موصوف
نے دہلی کے قریب ہوڈل پلول کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا ۔ اس
دور میں جو سات رئیس با اختیار بنائے گئے تھے من جملہ ان کے نواب
مرتضی خاں بھی تھے(۱) ۔

نواب مرتضی خاں ہلکر کے ملازم تھے اور ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک کی
جو لڑائی ہوئی تھی وہ سندھیا سے ہوئی تھی ہلکر سے نہیں ہوئی تھی
اور اسی لڑائی کے نتیجہ میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تھا(۲) ۔ نواب
مرتضی خاں ان سات با اختیار رئیسوں میں سے نہ تھے ۔ سات جاگیردار
رئیسوں کے متعلق مرزا غالب (ف ۱۸۶۹ء) اپنے مکتوب میں سید مہدی
مجروح (ف ۱۳۲۱/۱۹۰۳ ء) کو انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد لکھتے ہیں(۳) ۔

”نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے ۔ دیکھیے
کہاں اترتے ہیں اور کیوں کر دربار کرتے ہیں ۔ آگے کے درباروں
میں سات جاگیردار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا (۱)
جھجر (۲) بہادر گڑھ (۳) بلب گڑھ (۴) فرخ نگر (۵) دوجانہ
(۶) پاٹودی (۷) لوہارو ۔ چار معدوم محض ہیں ، باقی جو رہے اس
سب سے دوجانہ و لوہارو تحت حکومت ہانسی و حصار ، پاٹودی
حاضر ، اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر ان دونوں کو
یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس ۔ دربار عام والے مہاجن
لوگ سب موجود ، اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں ،
میرٹھ میں مصطفی خاں ، سلطان جی میں مولوی صدر الدین خاں ،
بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم بہ اسد تینوں مردود و مطرود و
محروم و مغموم ۔“

---

۱۔ مقدمہ کلیات شیفتہ و حسرتی از مولوی نظامی بدایونی ص ۳ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۱۶ء)

۲۔ دی سائٹ آف دی بیٹل آف دہلی ۱۹۰۳ء رقم زدہ سر ایڈورڈ میکن ملاحظہ ہو جنرل آف دی پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی جلد ۳ شمارہ ۲ (۱۹۱۵ء)

۳۔ اردوے معلی (مجموعہ خطوط غالب) ص ۱۱۰ (مطبوعہ شیخ ظفر محمد اینڈ سنز لاہور) ۔

نواب مرتضیٰ خاں نے ۱۸۱۳ء میں راجہ کھورس راج کا علاقہ جہانگیر آباد نیلام میں خریدا کیونکہ(۱) راجہ مذکور مال گذاری ادا نہ کر سکا تھا اور گورنمنٹ سے سند تعلقہ داری عطا ہوئی نواب مرتضیٰ خاں نے دہلی میں ایک شاندار حویلی بنوائی (۲) -

ایک رات کو نواب مرتضیٰ خاں بالا خانہ کی چھت پر سو رہے تھے اتفاق سے آندھی آئی جب آنکھ کھلی تو اندر جانے کا ارادہ کیا ، اندھیرے اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے باہر کو بھاگے اور دو منزلہ سے نیچے گر پڑے سخت چوٹ آئی - بہتیری تدبیریں اور علاج ہوئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور راہی ملک عدم ہوئے - ان کے مرنے کے بعد علاقہ پلول گورنمنٹ نے واپس لے لیا - کچھ نقد رقم صاحب رزیڈنٹ دہلی کی نوازش سے مقرر ہوگئی (۳)-

نواب مرتضیٰ خاں کے فرزند نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ تھے جو ۱۸۰۶ء ۱۲۲۱ ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے اس زمانے کے مشہور اساتذہ و علماء (۴) میاں جی مالا مال ، مولوی محمد نور نقشبندی (ف ۱۲۵۲ ھ) اور مولوی کرم اللہ دہلوی (ف ۱۲۵۸ء / ۱۸۴۲ء) وغیرہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی - حج و زیارت سے مشرف ہوئے ، ذی الحجہ ۱۲۵۴ ھ کو حج کےلیے تشریف گئے ۱۲۵۵ ھ میں حج ادا کیا اور ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۵۶ ھ کو حج سے فارغ ہو کر دہلی پہنچے - نواب مصطفیٰ خاں بڑے مرتاض ، عبادت گزار ، با اخلاق اور صاحب علم و فضل شخص تھے - پہلے شاہ محمد اسحاق دہلوی (ف ۱۲۶۲ ھ / ۶-۱۸۴۵ء) سے بیعت ہوئے پھر شاہ ابو سعید

---

۱- ملاحظہ ہو گزیٹیر ضلع بلند شہر ص ۲۳۹ مگر مولوی بشیر الدین لکھتے ہیں کہ راجا کھورس والے جہانگیر آباد کا علاقہ ۱۹۱۴ء میں مرتضیٰ خاں نے نیلام میں خریدا (واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم ص ۴۳۰)

۲- واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم (ص ۱۵۱ ، ۱۷۲) میں دو حویلیوں کا علیحدہ علیحدہ بیان ہے -

۳- علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول ص ۳۱۴ -

۴- ڈاکٹر عندلیب شادانی لکھتے ہیں کہ شیفتہ (۱۸۰۹ء ، ۱۲۲۴ھ) میں پیدا ہوئے مگر ڈاکٹر صاحب نے ماخذ نہیں بتایا - ملاحظہ ہو ''تحقیق کی روشنی میں،، از ڈاکٹر عندلیب شادانی ص ۱۹-۲۲ (کتاب منزل لاہور ۱۹۶۳ء)



(ف ۱۲۵۰ ھ/۱۸۳۵ء) اور شاہ احمد سعید (ف ۱۲۷۷ ھ / ۱۸۶۰ء) سے استفادۂ باطنی فرمایا - پھر آخر میں شاہ عبدالغنی (ف ۱۲۹۶ ھ ، ۱۸۷۸ء) سے تجدید بیعت کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے - دہلی میں علم و فضل اور شعر و سخن کی جو مجلس اس زمانے میں برپا تھی اس کے ایک ممتاز رکن مصطفیٰ خاں شیفتہ بھی تھے وہ موسن کے شاگرد تھے اور انھوں نے غالب سے بھی مشورۂ سخن کیا تھا - اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے تھے -

غالب نے شیفتہ کے متعلق کہا ہے (۱) :

غالب بہ فن گفتگو ، نازد برین ارزش کہ او
ننوشت در دیوان غزل ، تا مصطفیٰ خان خوش نکرد

حالی فرماتے ہیں :

حالی سخن میں شیفتہ سے مستفید ہوں
شاگرد میرزا کا مقلد ہوں میر کا

شیفتہ کی ظاہری صورت و شکل سے علم و فضل کا اندازہ نہیں ہوتا تھا - نواب صدیق حسن خان (ف ۱۳۰۷ / ۱۸۸۹ء) اپنی تالیف ''تاریخ قنوج،، میں لکھتے ہیں(۲) :

''از اتفاقات عجیبہ این است کہ بسبب فربہی جسم و آثار بلادت کہ بر صورت ایشان ظاہر است ہیچ کس بعد ملاقات نہ گوید کہ ایشان صاحب علم و فہم خواہند بود،،

شیفتہ سے مندرجہ ذیل کتابیں یادگارہیں :

**(۱) گلشن بے خار**- اردو شعرا کا مشہور و معروف تذکرہ ہے- شیفتہ نے اس کے ذریعہ تنقید کا آغاز کیا ، اس لئے خاص طور سے مشہور ہے - فارسی میں متعدد بار چھپ چکا ہے ۱۸۷۴ء مطبع نول کشور لکھنئو سے شائع ہوا - اس کا ایک قلمی نسخہ شیفتہ کلیکشن ،

---

۱- ڈاکٹر عندلیب شادانی نے اپنے ایک مفصل اور مدلل مقالہ میں ''شیفتہ ایک نقاد کی حیثیت سے،، ثابت کیا ہے کہ یہ شعر حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ غالب نے شاعرانہ انداز میں ایک رئیس کو خوش کرنے کے لئے یہ شعر کہا ہے - ملاحظہ ہو ''تحقیق کی روشنی میں،، از ڈاکٹر عندلیب شادانی ص ۱۹—۹۰ -

۲- تاریخ قنوج از نواب صدیق حسین خاں (قلمی) ص ۱۰۶ (مخزونہ حبیب الرحمان شروانی کلیکشن ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) -

مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے یہ نسخہ شکستہ خط میں تحریر ہے۔

گلشن بے خار کے دو اردو ترجمے ابھی حال میں کراچی سے شائع ہوئے ہیں۔ پہلا ترجمہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس (کراچی) نے اور دوسرا ترجمہ نفیس اکیڈیمی (کراچی) نے شائع کیا ہے۔ دونوں ترجمے جدید انداز کی ترتیب و حواشی سے معریٰ ہیں۔ آخرالذکر میں تو مترجم کا نام بھی نہیں دیا گیا ہے۔

گلشن بے خار کے جواب میں دو تذکرے لکھے گئے پہلا تذکرہ غلام قطب الدین باطن اکبر آبادی نے گلستان بے خزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب کے نام سے لکھا ہے جو نول کشور پریس لکھنئو سے شائع ہوا ہے اور دوسرا مولوی نصراللہ خان قمر خورجوی (ف ۱۲۹۹ھ) نے تذکرہ ہمیشہ بہار کے نام سے لکھا ہے جو مطبع فتح الاخبار کول سے ۱۲۷۳ھ میں چھپا ہے۔ دونوں تذکرے گلشن بے خار کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔

**(۲) کلیات شیفتہ، حسرتی۔** اس میں نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا تمام اردو فارسی کلام (مع رقعات فارسی) شامل ہے۔ جوان کے فرزند نواب محمد اسحاق (ف ۱۹۱۷ء) کی اعانت و امداد سے نظامی پریس بدایون سے ۱۹۱۶ء میں طبع ہوا ہے۔ مولوی نظام الدین حسین نظامی بدایونی (ف ۱۹۴۷ء) نے شروع میں ایک طویل مقدمہ لکھا ہے۔

**(۳) دیوان و رقعات فارسی** - اس میں نواب مصطفیٰ خاں کا فارسی کلام اور رقعات شامل ہیں۔ کل ستاون (۵۷) رقعات ہیں جو مفتی صدر الدین خاں آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) حکیم احسن اللہ خاں (ف ۱۸۷۳ء) مومن خان مومن (ف ۱۸۵۲ء) اور مرزا غالب وغیرہ کے نام ہیں۔ یہ کتاب ان کے فرزند محمد علی خان (ف ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) نے ۱۸۸۷ء میں نیو امپریل پریس لاہور سے شائع کرائی۔

**(۴) دیوان شیفتہ** - نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا اردو دیوان علیحدہ بھی ۱۹۵۷ء میں پنجاب اکادمی (لاہور) سے شائع ہوا ہے۔



**(۵) ترغیب السالک الی احسن المسالک** ۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے سفر حج کی روداد بڑے دل چسپ انداز میں لکھی ہے عربی میں اس کا نام ''ترغیب السالک الی احسن المسالک،، اور فارسی میں ''رہ آورد،، رکھا۔ اس کا اردو ترجمہ ''سراج منیر،، کے نام سے زین العابدین منصرم عدالت ججی فرخ آباد نے کیا ہے جو نہایت با محاورہ اور سلیس ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۱۰ء میں نواب محمد اسحاق خان نے مطبع آگرہ اخبار، آگرہ سے شائع کرا دیا ہے۔ ترغیب السالک کا خود شیفتہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ''شیفتہ کلیکشن،، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا (۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) میں جہانگیرآباد میں وصال ہوا اور وہ درگاہ نظام الدین اولیا، دھلی میں اپنی ھڑواڑ میں دفن ہوئے (۱)

۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں جب دھلی میں جنگ آزادی کے شعلے بھڑک اٹھے اور سب جگہ سے انگریزی عمل دخل اٹھ گیا اس وقت ضلع بلند شہر کا انچارج برانڈ سیپٹے (Brand Sapte) تھا۔ ۲۴ مئی ۱۸۵۷ء کو انقلابیوں کی سرگرمیاں بلند شہر میں شباب پر آئیں تو وہ بھی دوسرے انگریز حکام کے ہمراہ ضلع چھوڑ کر بھاگ گیا۔(۲)

بلند شہر کے قریب ۴-۵ میل کے فاصلہ پر مالاگڑھ کا قلعہ، ہے وہاں کے رئیس نواب ولی داد خان تھے۔ انقلاب کے آغاز کے موقعہ پر وہ دھلی میں موجود تھے شاھی خاندان سے ان کی کچھ رشتہ داری بھی تھی۔ ۲۶ مئی ۱۸۵۷ء کو نواب ولی داد خان دھلی سے بلند شہر (مالا گڑھ) پہنچے۔ ابو ظفر بہادر شاہ نے ان کو کول و برن کا صوبیدار مقرر کیا تھا۔ آتے ھی انہوں نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا (۳)۔ ان کے بزرگ سابق میں مغل بادشاہ دھلی کی طرف سے اس علاقہ کے حاکم تھے (۴) چار ماہ تک ولی داد خاں نے اس علاقہ پر قبضہ کیا مگر جب ۱۴ ستمبر

---

۱- واقعات دارالحکومت دھلی جلد دوم ص ۸۰۱—۸۰۲ -
۲- ملاحظہ ہو گزیٹیر ضلع بلند شہر ص ۱۵۴—۱۵۶ -
۳- گزیٹیر ضلع بلند شہر ص ۱۵۶ -
۴- الجمعیتہ (دھلی) سنڈے ایڈیشن ۷ جنوری ۱۹۵۷ء -

۱۸۵۷ءکو دھلی پر انگریزوں کا قبضہ ھو گیا تو دوسری جگہ کے انقلابیوں کی ھمتیں بھی پست ھو گئیں اور مالا گڑھ سے ولی داد خان نے بریلی کا رخ کیا اور بھادر خاں کے ھمراہ وہ انگریزوں سے مقابلہ کرتے رھے -

بلند شہر پر جب انگریزوں کا کلیتاً قبضہ ھو گیا تو نواب مصطفیٰ خاں باغی قرار پائے ۔ ان پر مقدمہ چلا ، سات سال کی سزا ھوئی جرم کی نوعیت کے متعلق گزیٹیر ضلع بلند شہر میں یہ اشارہ ملتا ھے (۱) ۔

''مصطفیٰ خان ولی داد خان کے رشتہ دار تھےجو انگریزوں کے خلاف غدر میں لڑے ۔ ان (مصطفیٰ خان) کے مقدمہ میں یہ بات ثابت ھو گئی ھے کہ وہ (مصطفیٰ خان) بادشاہ دھلی سے (انگریزوں کے خلاف) باغیانہ خط و کتابت کرتے تھے اور ان کو سات سال کی سزا ھوئی ، آخر میں معاف کر دیے گئے،،

اس خط و کتابت کی تفصیل نہیں ملتی البتہ بعض جگہ نواب مصطفیٰ خان کی بھادر شاہ ظفر کے دربار میں حاضری اور ان کی طلبی کی اطلاع ملتی ھے -

''۱۲ مئی ۱۸۵۷ءکو بروز اتوار مصطفیٰ خان نے بادشاہ کے حضور میں حاضری دی اور دو روپے نذر دئے (۲) -

معین الدین خان لکھتے ھیں :

''۲۵ جون ۱۸۵۷ء کو بھادر شاہ ظفر نے ایک شخص عبدالصالح خان کے نام حکم بھیجا کہ نواب مصطفیٰ خان کو بحفاظت تمام دھلی بھیجا جائے ۔،، (۳) -

بہر حال ابو ظفر بھادر شاہ سے نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے تعلقات انقلاب ۱۸۵۷ء میں ضرور رھے (۴) ۔ اور اس جرم میں نواب مصطفیٰ خاں

---

۱- گزیٹیر ضلع بلند شہر ص ۲۳۹ -

۲- فریڈم اسٹرگل ان اتر پردیش جلد پنجم ص ۹۸۷ (انفرمیشن ڈپارٹمنٹ لکھنؤ ۱۹۶۰ء) -

۳- غدر کی صبح و شام (اردو ترجمہ روزنامچہ معین الدین و جیون لال ص ۱۳۵) شائع کردہ خواجہ حسن نظامی دھلی ۱۹۲۶ء)

۴- معلوم ایسا ھوتا ھے کہ جھانگیر آباد کا انتظام بھی خود نواب صاحب کی سپاہ کرتی تھی ملاحظہ ھو کنزالتاریخ از مولوی رضی الدین ص ۳۳۹-۳۴۱ (نظامی پریس ۱۹۰۷ء) -



کو سات سال کی سزا ھوئی ۔ آن کو سات سال کی پوری قید نہیں بھگتنی پڑی ۔ بلکہ جلد ھی رھا ھوگئے -

نواب صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی جس زمانے میں دھلی میں تحصیل علم کرتے تھے تو اسی زمانے میں وہ تقریباً دو سال شیفتہ کے یہاں مقیم رھے تھے لکھتے ھیں (۱)۔

''در ۱۲۷۳ھ بزمانۂ برگشتگی افواج ھند ھرگاہ [بہ] تہمت غدر مبتلا شدہ بحبس افتاد ، محرر سطور بواسطہ بعض حکام سعی موفور دراخلاص بکار برد و حق تعالیٰ او را ازان عقبہ کود نجات بخشید،،

نواب مصطفیٰ خاں دو تین ماہ قید رہ کر رھا ھو گئے نواب صدیق حسن خاں اپنی ایک تالیف ''تاریخ قنوج،، میں لکھتے ھیں(۲)۔

''در ۱۲۷۳ھ در واقعہ فتنۂ ھندوستان ایشان نیز مأخوذ شدند واملاک جملگی بہ ضبط در آمد و حکم قید ھفت سال شد لیکن بعد دو سہ ماہ از زندان نجات یافتند،،

اس رھائی کی شکر گزاری اور جائداد کی واگذاشتگی کی سفارش کے لئے شیفتہ نے نواب صدیق حسن خان کو جو خط لکھا ھے وہ درج ذیل ھے،، (۳) -

''خط سامی کہ در زمان مبتلا بودن مخلص بہ بند بلا بنام صدر الصدور صاحب بھادر رسیدہ بود برطبق آن صاحب ممدوح آنچنان مساعی جمیلہ وکوشش ھای نبیلہ فرمودندکہ صورت نجات مخلص بظھور رسیدی آری مقتضای صحت ھای سامی ھمین بود این احسان فراموش شدنی نیست ۔ اکنون نجات صوری روداد ، لیکن نجات معنوی باقی است ، یعنی جائداد وغیرہ ، وجوہ معاش ھنوز مطلق واگذاشت نشدہ۔ این مقدمہ ھم باجلاس صدرالصدور موصوف رسید پس ضرورت افتاد کہ بآنجناب اطلاع کنم تابنام شان خط سفارش ، چنانکہ سابق نوشتہ اند ، ترقیم فرمایند و تحریر این معنی کہ بظھور این امر شکرگزار سامی خواھم شد ۔ فضول است کہ میان ما و شاگنجائش

---

۱- شمع انجمن از نواب صدیق خاں ص ۳۴ مطبع شاھجھانی بھوپال ۱۲۹۳ھ) -

۲- تاریخ قنوج از نواب صدیق حسن خاں (قلمی) ص ۱۰۸ -

۳- شمع انجمن ص ۱۳۳ -

همچو امور نیست که یاد از بیگانگیها می دهد ۔ و ظاهر است که
باراین منت بس عظیم خواهد بود ۔ مورخه یکم شعبان ۱۳۷۶ھ۔

اس خط کا نتیجہ اچھا ہی نکلا اور شیفتہ کی نصف جائداد واگذاشت ہو گئی۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں (۱) ۔

''چون این خط آمد ، خط دیگر بنام مومن علی خان خان صدرالصدور ساکن سندیله نوشته شد و نیمه معاش بعد کشش و کوشش بسیار واگذاشت شد،،

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے اپنے قید ہونے کے وقت جو وصیت نامہ اپنے فرزند (۲) ملازمین اور متوسلین کو لکھا تھا وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے اور یہ وصیت نامہ بوجوہ ذیل خاص اہمیت رکھتا ہے ۔

(۱) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی کوئی اردو نثر کی تحریر اس وصیت نامہ کے سوا نہیں ملتی۔

(۲) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے متعلق ایک ہم عصر دستاویز ۔

(۳) اس وصیت نامہ میں نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے حالات اور ان کی مذہبی زندگی پر ایک خاص روشنی پڑتی ہے ۔

(۴) اس وصیت نامہ میں نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے فرزند محمد علی خاں اور نقشبند خاں کا ذکر ہے ۔ مکان اور علاقہ کا انتظام ، قرض کے ادا کرنے، اور رمضان کے قضا روزوں کا کفارہ ادا کرنے کی ہدایات درج ہیں ۔

ہمیں یہ وصیت نامہ مولوی احید الدین مالک نظامی پریس بدایوں (بن مولوی نظام الدین حسین نظامی بدایونی ''مرتب کلیات شیفتہ و حسرتی،،) سے ملا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب ۱۹۱۶ء میں کلیات شیفتہ و حسرتی نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا تو اس وقت کلیات کا مسودہ اور بعض دوسرے کاغذات جو نواب محمد اسحاق کے یہاں سے آئے

---

۱- شمع انجمن ص ۱۳۴ -

۲- نواب مصطفیٰ خاں نے اس وصیت نامہ میں اپنے دو فرزند محمد علی خاں (ف ۱۸۹۹ء) اور نقشبند خاں (ف ۱۸۷۷ء) کا ذکر کیا ہے نواب محمد اسحاق خاں اس ہنگامہ کے بعد ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے - شیفتہ کی پہلی بیوی سے محمد علی خاں تھے اور دوسری بیوی افضل بیگم سے نقشبند خاں اور اسحاق خاں تھے (تلامذہ غالب مالک رام ص ۱۸۵ (نکودر ۱۹۵۷ء) -



ان میں سے یہ وصیت نامہ بھی ہوگا اور یہ نظامی پریس بدایوں ہی میں رہ گیا ۔ نظامی بدایونی مقدمہ کلیات میں اس وصیت نامہ کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں :

''جن ایام میں نواب صاحب باشتباہ بغاوت قید و بند میں مبتلا تھے ایک وصیت نامہ بنام مہین فرزند محمد علی خان وغیرہم تحریر فرمایا تھا اس میں بنظر انتظام جملہ متعلقین و متوسلین کے لیے حق دار مصارف بالتفصیل معین کر دی تھی ۔ دیون کے ادا کرنے کی ہدایت تھی ۔ ان وصایا کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ احکام شرعی کی بجا آوری میں کیسے راسخ اور ثابت قدم تھے اور خدا کی ذات پر کس قدر بھروسہ رکھتے تھے،،۔

نظامی بدایونی نے اس سلسلہ میں مزید کچھ نہیں لکھا ۔

نظامی بدایونی مرحوم کا ایک مقالہ دسمبر ۱۹۲۸ء میں ماہنامہ زمانہ (کان پور) میں ''نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ،، شائع ہوا ہے اس میں اس وصیت نامہ کی چند سطور کا عکس بھی شائع ہوا ہے اس سلسلہ میں منشی دیا نرائن نگم آنجہانی (ف ۱۹۴۲ء) سے یہ سطور لکھی ہیں(۱)

''یہ وصیت نامہ جناب مولوی نظامی صاحب بدایونی کی عنایت سے ہمیں ملا ہے اگرچہ وصیت نامہ نامکمل ہے (۲) اور آخر میں شیفتہ صاحب کے دستخط بھی نہیں ہیں ۔ لیکن نظامی صاحب نواب اسحاق خاں صاحب مرحوم کی شناخت و تصدیق کا حوالہ دے کر تحریر فرماتے ہیں کہ جب شیفتہ صاحب ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں محبوس ہو گئے تھے انہوں نے یہ وصیت نامہ اپنے صاحبزادہ محمد علی خاں کو جیل سے لکھ کر بھیجا تھا ۔،،

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے سواد خط کے متعلق خود نظامی صاحب لکھتے ہیں(۳)

''نواب صاحب کا خط نہایت پاکیزہ تھا قلم کیسا ہی خراب ہو مگر معلوم ہوتا تھا کہ مینا کیا ہوا ہے ۔ باوجود خوشخط

---

۱- ملاحظہ ہو زمانہ ''کان پور،، دسمبر ۱۹۲۸ء -

۲- وصیت نامہ تو مکمل ہے کیونکہ آخر میں دعائیہ کلمات درج ہیں البتہ شیفتہ کے دستخط نہیں ہیں -

۳- کلیات شیفتہ و حسرتی (مقدمہ) ص ۸ مرتبہ نظامی پریس بدایونی (نظامی پریس بدایوں ۱۹۱۶ء) -

ہونے کے اپنے ہاتھ سے قلم نہیں بناتے تھے،،۔

شیفتہ کلیکشن (مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ) میں ترغیب السالک الیٰ احسن المسالک کا مسودہ موجود ہے اور وہ خود نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مگر، اسکے متعلق مولانا ابوبکر شیث جون پوری (ف ۱۹۴۰ء) لکھتے ہیں(۱)

''خط شکستہ گھسیٹ، جا بجا سے قلم زدہ، غیر مرتب ناقص،،

جب تک وصیت نامہ کا ترغیب السالک سے مقابلہ نہ کر لیا جائے اس وقت تک یہ بات یقینی طور سے نہیں کہی جا سکتی کہ یہ وصیت نامہ جو مولوی احید الدین نظامی بدایونی کی ملکیت ہے وہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے ہاتھ ہی کا تحریر کردہ ہے یا اصل کی نقل ہے اصل وصیت کے صفحہ اول کا عکس پر دیا جا رہا ہے۔ وصیت نامہ کا متن درج ذیل ہے:

یہ وصیت نامہ ہے عبد گنہگار کی طرف سے بنام محمد علی و شیخ عبد اور مینڈھو اور رشید اور عظیم کے کہ اس کے موافق عمل کریں اور جو کوئی عمل نہ کرے گا گنہگار ہوگا۔ آمید ہے خدا کے فضل سے کہ علاقہ مل جاوے، اگر نہ ملا تو کچھ کلام نہیں مگر آمید ہے کہ مل جائے گا۔ تین سو روپئے ماہوار کا خرچ رکھیں اس سے زیادہ ایک خر مہرہ نہیں چاھئے اور اس تین سو کو اس طرح پر صرف کریں کہ لمہ روپے ماھواری گھر میں دینا چاھیے والدہ محمد نقشبند کو، اور چالیس روپئے محمد علی اپنے صرف میں لائے۔ ایک گھوڑا اور دو خدمت گار دیگر ضروریات کو بالفعل کافی ہیں۔ تین برس کے بعد جو کچھ بڑھانا ہو بڑھا لینا اور، شیخ عبد اور مینڈھو اور رشید اور عظیم کے سب کاروبار سپرد کر دینا، یہ جس طرح چاھیں انصرام کریں۔ تیس روپئے ماھواری شیخ عبد کو بیس روئے ماھواری میر صاحب کو اور پندرہ روپئے رشید کو اور آٹھ روپئے عظیم کو اور تین روپئے کریم بخش کو اور چار روپے محمد بخش کو، یہ سب اسّی روپئے ہوئے، اور گھر کا اور محمد علی کا خرچ لگا کر دو سو روپئے ماھواری ہوا۔ سو روپیہ علاقہ کے خرچ کو مع سپاھیوں اور ایک متصدی اور خرچ آیند

---

۱- فہرست کتب، شیفتہ کلیکشن مرتبہ ابوبکر شیث ص ۱۹ (مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۹۳۳ء)۔

شیفتہ کے وصیت نامے کی ابتدائی سطور کا عکس

روند وغیرہ کو کافی ہے ۔ یہ سب تین سو روپے ہوگئے۔ اور میر صاحب کی اوقات بسری عـہ روپئے ماہواری میں نہ ہو تو یہ سو روپئے جو علاقہ کے خرچ کے واسطے ہیں ان میں سے پانچ روپیہ اور بڑھا دینا ۔ اور اس خرچ کے بعد جو کچھ بچے اس سے میرا قرض جو صحیح ہے وہ ادا کرنا ۔ صحیح قرض سے یہ مطلب کہ سود دینا نہیں چاہیے اصل لینا بھی غنیمت ہوگا ۔

اور جس کا روپیہ ادا کرو اس سے باقی کی معافی کرا لینا ۔ چھٹّے بنئے پاس اگرچہ تمسک ہے لیکن اُس کا روپیہ صحیح نہیں، کچھ نہ دینا ۔ کیول کاشی کا روپیہ سود کا ہے جس کے رقعے ہیں اس کا دینا نہیں چاہیے، مگر چار سو روپے کاشی کے جو اب لیے تھے ان کا دینا ضرور ہے ۔ محمد علی خاں کی معرفت کا روپیہ بلا سود ادا کر دینا ، مولوی مظہر علی کی امانت کا زیور چھڑا کر مع ان کے روپیوں کے ان کے گھر پہنچا دینا ۔ قلندر شاہ کی امانت بارہ اشرفیاں ہیں) یا چھ ہیں مجھے یاد نہیں غرض ، جو وہ مانگیں (دے دینا ۔ ساہوکاروں کے حساب میں سود کا روپیہ اصل میں شامل ہوگا ان سے معاملہ اگر نصف میں کروگے تو ہو جائے گا کس واسطے کہ وہ تو روپیہ بڑا پاتے ہیں کسی طرح لے تو سکتے ہی نہیں ۔ اس واسطے بخوشی معاملے کر لیں گے، مگر بعد معاملے کے معاف ضرور کروا لینا ۔ منشی زور آور سنگھ کا تمسک تین ہزار کا ہے پندرہ سو روپے پر اگر معاملہ کرلوگے تو ہو جاوے گا ۔ میرے نزدیک دو ہزار روپیہ اس کا واقعی چاہیے۔ اور جن لوگوں نے سال گذشتہ میں قسط کے واسطے کہا تھا ان کا روپیہ سب ادا کرنا کہ ان سے نیا معاملہ ہوا ہے ۔ اس میں سود شامل نہیں ، سود نہ دینا ۔ مولوی مظہر علی کی امانت دام دام ضرور ادا کرنا ۔ جو کوئی اس ساری وصیت پر عمل نہ کرے گا خدا کا گنہہ ہو گا ۔ اور حساب سب ساہوکاروں کا مجھے اس وقت یاد نہیں کہ مفصل لکھوں ۔ تم کو تحقیقات سے معلوم ہو جاوے گا ۔ کہنا پیشکار کو بھی نصف کے قدر بلکہ کم دینا اور قصاب کے اور بندا بزاز دہلی کے روپئے ہیں وہ دام دام ادا کر دینا ۔ اسی طرح سے جس کے حساب ۔ ۔ ۔ ۔ کا روپیہ ہو وہ سب ادا کرنا ۔ ان سب کا حساب رشید کے پاس ہے ۔ غرض کہ میرے اوپر کسی کا واجبی حق نہ رہ جاوے ۔ اور چھوٹی ہمشیرہ بنی سے جو کچھ حصہ ان کا میری طرف بابت جہانگیرآباد کے ہو وہ بخشوا لینا ۔ اور میرے اوپر رمضان شریف

کے روزے ہیں ، خوب یاد نہیں مگر احتیاطاً دس رمضان کے رکھ لینا ، جس کے دس مہینے ہوئے - ہر روزے کی بابت ایک شخص مسلمان کو دو سیر گندم چاہیے جس کے مہینے کے ڈیڑھ من ہوئے ، تو دس مہینے کے پندرہ من ہوئے، ان کا دینا ضروری ہے مگر میری موت کے بعد ، کس واسطے کہ زندگی میں یہ کفارہ ادا نہیں ہوتا - پس جب میری موت کا حال سن لو جو شخص اس وقت میں زندہ ہو وہ پندرہ من گیہوں لے، ایک ایک فقیر کو دو دو سیر گیہوں دے- اتنی باتیں تو اس وقت یاد رہیں ، آگے اور جو کچھ یاد آ جائے گا اور موقعہ تحریر کا ہاتھ لگا تو لکھوں گا - اور گھر کی حفاظت ہر طرح کی بہت چاہیے - مقدمہ ناموس کا ہے جہاں تک بنے اس کی حفاظت رکھیں - ان سب باتوں پر سب صاحب عمل کریں - والسلام علی من التبع الھدیٰ -

اور ایک ضروری بات رہ گئی - والدہ نقشبند کا دس ہزار کا مہر ہے جس طرح اور لوگوں کا قرض ادا کیا جاوے یہ بھی ادا کیا جاوے - غرض کہ خدا کے واسطے کسی کا حق میرے ذمے نہ رہے - اگرچہ یہ تحریر میری آج مثل شیخ چلی کی باتوں کے ہے مگر خدا کے فضل سے مجھے امید واثق ہے کہ علاقہ مل جاوے گا اس وقت یہ سب باتیں ہوسکتی ہیں - جو کچھ اب یاد آیا ، آگے جو کچھ لکھنا ہوگا لکھوں گا انشاءاللہ! اور جو کچھ خداوند کریم مجھ کو - - - - اس کی بڑی عنایت ہوگی- وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین -